وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

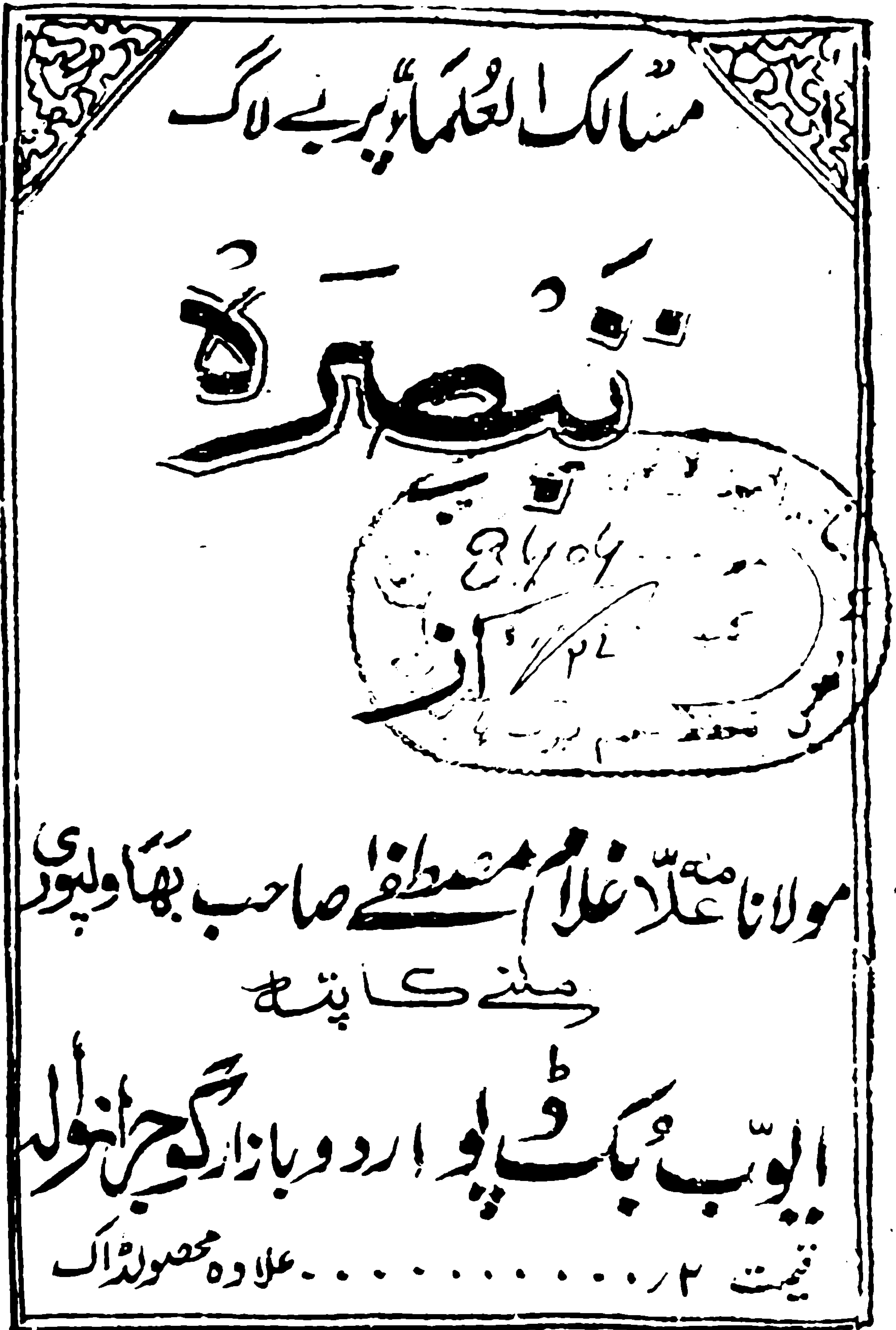
"مسالك العلماء"

پر بے لاگ

تبصرہ

تصنیف:
حضرت مولانا علامہ غلام مصطفٰے بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ

۱



نوٹ :- ایک روپیہ سے کم وی پی نہ ہو گی -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفِ چند)

مولانا غلام مصطفیٰ بہاول پوری رحمۃ اللہ علیہ

وفات: ۱۳/ مارچ ۱۹۹۷ء

آپ بہاول پور جامعہ دارالعلوم مدنیہ کے بانی مہتمم تھے۔ کسی زمانہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے سکھر، لاہور میں مبلغ رہے۔ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے رہنما مولانا قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ''مسالک العلماء'' نامی حیات النبی ﷺ کے عنوان پر اپنے نقطہ نظر سے کتابچہ لکھا۔ مولانا غلام مصطفیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''مسالک العلماء پر بے لاگ تبصرہ'' لکھا جو اس مجموعہ میں شامل اشاعت ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''الحمد للہ الذی جعل الصالحین سببا لهداية الطالحين والصلوة والسلام علٰی سید الرسل و خاتم النبیین''

عرصہ سے شنید تھی کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر مولانا قاضی شمس الدین صاحب ایک کتاب تصنیف فرما رہے ہیں۔ ایک مدت اسی شنید ہی میں گزری۔ پھر یہ خبر اڑی کہ تصنیف مذکور زیر طبع ہے۔ خاصہ وقت اس میں بھی بسر ہوا۔ خیر بڑی انتظار اور بے تابی سے قاضی صاحب کی مایہ ناز تصنیف منظر عام پر آئی۔ ہوسکتا ہے قاضی صاحب کے بعض مخلصین کے نزدیک غزالی اور رازی کی تصانیف بھی ''مسالک العلماء'' کے مقابلہ میں پھیکی اور بے رنگ سی نظر آتی ہوں مگر ان کے دو ایک مخلصین کی رائے جو ہمارے سامنے ہے وہ عرض کئے دیتا ہوں۔

تنظیم اہل حدیث

فرقہ اہل حدیث کے ہفت روزہ جریدہ تنظیم اہل حدیث لاہور ۲۰/ اکتوبر ۱۹۶۱ء نے قاضی صاحب کی مایہ ناز کتاب مسالک العلماء پر تبصرہ کرتے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ تحریر فرمائے ہیں۔

''اس لحاظ سے یہ کتاب قابل ستائش ہے کہ ایک دیوبندی عالم نے اپنے حلقہ سے کٹ کر اہل حدیث نقطہ نظر سے اتفاق کیا ہے۔''

تعلیم القرآن

ماہنامہ تعلیم القرآن نومبر ۱۹۶۱ء راولپنڈی میں ایک عرصہ سے کتاب مذکور کا بڑے زور وشور سے اشتہار آتا رہا ہے۔ مگر جب یہ معرکۃ الارآء تصنیف معرض وجود میں آئی تو مدیر محترم کو بھی اپنے تبصرہ میں گاہے گاہے حقیقت کی طرف مجبوراً اشارہ کرنا پڑا۔ شاید مدیر محترم ایسا نہ کرتے کہ ان کی پارٹی کی طرف سے یہ مایہ ناز تصنیف تھی مگر قدرے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ اگر تبصرہ میں حقیقت سے بالکل صرف نظر کیا گیا تو ان کی صحافت پر حرف آئے گا۔ مجبور ہوئے اور بے ساختہ کتاب کے مندرجات بھی ذکر کر دیئے۔''(۱) کاغذ ردی (۲) مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر بحث نہیں کی (۳) محترم قاضی صاحب کی تحریر میں اردو ادب وانشاء کی خوبیوں کی کمی (۴) ناشرین نے کتاب کی قیمت بہت زیادہ رکھی ہے۔''

مسالک

قاضی صاحب نے مسلک فلاں، مسلک فلاں لکھ کر کتاب میں ایک اچھا خاصا رعب قائم کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ چنانچہ اسی دام تزویر میں تعلیم القرآن کے مدیر بھی پھنسے ہیں اور فرماتے ہیں۔''حضرت صدیق اکبر سے لے کر مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ تک اس مسئلہ کی نوعیت کے مختلف ادوار کا ذکر کیا ہے۔''

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مسلک صدیق اکبر سے مسلک شاہ ولی اللہ تک تقریباً تیرہ عنوانات کے تحت جو کچھ لکھا ہے اس میں اصل مسئلہ سے کوئی بھی سروکار نہیں ہے بلکہ یہ لکھ کر قاضی صاحب نے اپنے تدبر اور فہم کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔

اصل بات یہ کہ صاحب مقام حیات نے اپنی تصنیف میں رقم فرمایا ہے۔" یہی وجہ ہے کہ اصولی مسائل کے سوا اکابر ہمیشہ سنت سے استدلال کرتے رہے ہیں۔" اس جملے کا صاف مطلب یہی ہے کہ فروع دین میں اکابر ہمیشہ سنت رسول ﷺ ہی سے استدلال کرتے رہے ہیں۔ مگر نہ جانے قاضی صاحب کو کیا سوجھی کہ انہوں نے الزام تراشی سے کام لے کر یہ بہتان باندھا کہ صاحب مقام حیات عامۃ الناس کی توجہ قرآن پاک سے ہٹانا چاہتا ہے اور پھر اس پر چند عنوانات کے تحت ضرورت قرآن پر چند حوالجات درج فرما کر اس کتاب کی ضخامت بڑھانے کی سعی فرمائی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ حسب تنقید تعلیم القرآن ہم قاضی صاحب کو اردو ادب میں کمزور (بلکہ صفر) ہونے کی وجہ سے اس بات میں معذور رکھتے ہیں کہ انہوں نے مقام حیات کی مشار الیہ عبارت سے یہ سمجھ لیا کہ مقام حیات کے مصنف نے قرآن سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کی کوشش کی ہے اور یہ الزام ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص قاضی صاحب کی کتاب دیکھنے کے بعد یہ کہے کہ قاضی صاحب بار بار قرآن، قرآن کہہ کہہ کر انکار حدیث کا راستہ صاف کر رہے ہیں۔

چھ ادوار: قاضی صاحب نے اپنی تصنیف میں چھ ادوار کا ایک عنوان قائم کیا ہے اور ان ادوار کے علمائے کرام کی عبارتیں بھی گاہے گاہے نقل کی ہیں جن کا خلاصہ صرف اتنا ہے کہ شہداء کی زندگی برزخی ہے اور وہ اپنے برزخی وجود سے کھاتے، پیتے، چلتے، پھرتے ہیں اور بس۔ کتاب کے اکثر اور بیشتر صفحات اسی مضمون سے بھرے ہوئے ہیں اور ساتھ ہی بغیر کسی دلیل کے اپنا یہ نتیجہ لگاتے چلے جاتے ہیں کہ روح کا بدن عنصری سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

بس قاضی صاحب ہیں کہ کتاب لکھنے کے شوق میں صفحات کے صفحات سیاہ کرتے اور اپنے علمی شاہکار درج فرماتے جاتے ہیں اور اصل مسئلہ پر ذرا بھی توجہ نہیں فرمائی کہ بدن عنصری سے تعلق روح کے انکار پر کوئی شافی اور کافی دلائل نہ سہی صرف ایک ہی دلیل ذکر فرما دیتے تاکہ اپنے نیاز مندوں کی کچھ تو تسلی ہو جاتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے سامنے قرع نعالہم اور یجلسانہ کی صحیح روایات بھی سامنے تھیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مردہ دفن کر کے جانے والوں کے پاؤں کی آہٹ سنتا ہے اور قبر میں منکر نکیر مردہ کو بٹھا کر سوال بھی کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ پاؤں کی آہٹ کا سماع اور اس کو بٹھلا کر سوال و جواب تب ہی ہو سکتا ہے جب کہ اس کے جسد عنصری ہی میں حیات کا قول کیا جائے۔

مغالطہ: قاضی صاحب ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: """فلا تکن فی مریۃ من لقائہ" (السجدۃ: ۲۳) میں ضمیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف نہیں بلکہ قرآن پاک کی طرف راجع ہے۔ افسوس ہے قاضی صاحب نے کتنی جرأت کی ہے کہ ایک جلیل القدر صحابی غالباً حضرت ابن عباس کی تفسیر کو ٹھکرا رہے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھو ابن کثیر جس میں

صاف ذکر ہے کہ ضمیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ قاضی صاحب نے ایک جلیل القدر صحابی کی تفسیر کو نظر انداز صرف اس لیے کیا کہ اس میں جسد عنصری کی حیات ثابت ہوتی تھی۔ کیونکہ روح اور جسد عنصری ہی کو موسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں۔

الزامات: قاضی صاحب نے محدث سہانپوری رحمۃ اللہ علیہ، مفتی محمد کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ وامثالہم پر جو الزامات لگائے ہیں کہ وہ جسد عنصری کی حیات کے قائل نہیں تھے اور دنیا کی سی حیات کے قائل کو مسلک اہلسنت سے خلاف کہتے تھے اس پر بس بے ساختہ الامان، الامان اور الحفیظ، الحفیظ زبان سے جاری ہوتا ہے۔ تعجب ہے قاضی صاحب کو یہ جرأت کیوں ہوئی جب کہ المہند محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ہی کی لکھی ہوئی ہے اور اس پر حضرت مفتی صاحب کے دستخط بھی موجود ہیں اور علمائے دیوبند کے اعتقادات کی یہ کتاب آج بھی جگہ جگہ موجود ہے جس میں صاف ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات دنیا کی سی ہے۔ قاضی صاحب نے یہ کہہ کر بظاہر اپنا پیچھا چھڑانے کی کوشش کی ہے کہ اصل فتویٰ مولوی محمد امیر بندیالوی کے پاس ہے مگر مولوی صاحب موصوف کا یہ سفید جھوٹ المہند کے سامنے کیسے چل سکتا ہے۔ ہم حضرت قاضی صاحب سے عرض کئے دیتے ہیں۔ کہ واقعی اگر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب حیات عنصری کے مخالف ہیں تو اس سلسلہ میں حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب (بہبودی) حضرت مولانا نصیرالدین غور غشتی، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب، مولانا ظفر احمد عثمانی میں سے کسی ایک بزرگ کو ثالث تسلیم کریں تاکہ وہ فیصلہ دیں کہ مولانا خلیل احمد صاحب کا عقیدہ کیا ہے تاکہ آپ کی صدق گوئی کا عوام کو پورا پتہ چل جائے

تحریف: قاضی صاحب نے المہند کی عبارت میں خوب تحریف فرمائی ہے مثلاً المہند میں صاف ہے۔ ''ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں کو بلکہ سب آدمیوں کو۔''

اس پر قاضی صاحب ''برزخی نہیں ہے'' کی یوں تحریف فرماتے ہیں: ''یہاں نفی مطلق برزخی کی نہیں بلکہ برزخی مطلق کی نفی ہے۔''

دیکھا آپ نے قاضی صاحب کی منطق۔ اخر قاضی صاحب ہیں جب تک ایک سیدھی سادھی عبارت کے الفاظ میں نہ سہی مگر مفہوم میں اپنا پیچ نہ لگائیں تو قاضی صاحب کو قاضی صاحب کون کہے گا اور قاضی صاحب کی الٹی منطق سے عوام الناس فیض یاب کیسے ہوں گے۔ اردو کی عبارت ہے جسے ہر آدمی آسانی سے سمجھ سکتا ہے مگر افسوس قاضی صاحب اپنی عادت سے مجبور ہیں کہ تحریف کرتے جاتے ہیں۔

قبر: قاضی صاحب کو یہ بھی دکھ ہے کہ لوگ ان کے ارشاد پر عالم برزخ ہی کو کیوں قبر نہیں کہتے۔ چنانچہ

. اس موضوع پر بھی آپ نے چند صفحات سیاہ کئے ہیں۔ یوں تو جگہ جگہ دعویٰ ہے کہ ہم قرآن وسنت کے مطابق کہتے ہیں مگر کیا قرآن نے ''ولا تقم علٰی قبرہ'' (التوبہ: ۸۴) اور حدیث نے ''دلونی علٰی قبرھا'' فرما کر اسی قبر کو قبر نہیں کہا؟ جسے فقہاء بھی بقول آپ کے قبر کہتے ہیں۔ ان حضرات کی جسارت پر ہم حیران ہیں کہ قرآن وحدیث کی تصریحات کے مقابل میں اپنی مخترعات ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ موت کے بعد عالم برزخ ہی شروع ہوتا ہے اور قبر بھی عالم برزخ کی ایک کڑی ہے۔ عالم برزخ اور قبر میں کوئی منافات نہیں ہے۔ مگر ہمارے یہ صاحب علم وفضل حضرات ہی ہیں کہ قبر کے نام سے گھبراتے چلے جاتے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے قبر جانا ہی نہیں ہے۔

سلف: قاضی صاحب جگہ جگہ یہ جملہ دہراتے جاتے ہیں کہ سلف میں حضرت مجدد اور سید آلوسی وامثالہم جب ہمارے ساتھ ہیں تو ہم کیسے غلطی پر ہو سکتے ہیں۔

اجی حضور! ان بزرگوں کے بیان کردہ معانی غلط نہیں ہیں اور نہ ہی ان کے بیان کردہ مفہوم غلط۔ مگر کیا کریں ان حضرات کے ترجمان جب آپ ایسے بزرگ مل جائیں تو پھر الحفیظ، الحفیظ، الامان، الامان۔

میں حیران ہوں کہ آپ نے ان سب حضرات کو اپنے ہم نوا بنانے کی جسارت کیوں کی۔ کیا ان بزرگوں میں سے کسی ایک کی عبارت پر آپ نشان دہی فرما سکتے ہیں، جس سے یہ عیاں ہو کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد عنصری کے ساتھ روح کا تعلق قائم نہیں ہے۔ اگر واقعی آپ کے پلے کچھ ذخیرہ ہے تو لائیے۔ ''ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین''

دیوبندیت: قاضی صاحب نے دیوبندیت کو اپنے مزاج پر ڈھالنے کی کافی سعی فرمائی ہے۔ مگر دیوبندیت کوئی تنکا تو نہیں کہ کسی کے چھپائے چھپ جائے وہ تو ایک چمکتا ہوا سورج ہے جو تاریک آندھیوں میں بھی بالکل صاف اور شفاف ہی رہتا ہے۔ اکابر دیوبند کا مسلک واضح طور پر المہند میں درج ہے۔ اگر آپ اور آپ کے ساتھی واقعی دیوبندیت پر قائم ہیں تو اعلان فرمائیں کہ ہم قدم قدم ان کے ساتھ ہیں مگر ایسا ہونا اب مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن نظر آتا ہے۔

استسقاء: قاضی صاحب نے ایک سطحی بات ذکر کر کے رعب ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس سے استسقاء کی دعا کرائی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جسد عنصری سے حیات رکھتے تو آپ ہی سے دعا کراتے تعجب ہے کہ قاضی صاحب نے اتنی سطحی بات کیوں کر ڈالی جب کہ ان کے پیر ومرشد حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ صاحب نے اپنی تحقیقی تصنیف یعنی تحریرات حدیث میں اس قسم کی روایات درج فرمائی ہیں۔

مثلاً: حضرت بلال نے روضہ اطہر پر حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی کی قلت ہے اور آپ کی امت ہلاک ہو رہی ہے۔ حضرت بلال نے خواب میں دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ پانی مل جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے روضہ پاک پر عرض کیا یا رسول اللہ میرے لیے بارگاہ الٰہی میں بخشش کی سفارش فرمادیں۔ روضہ پاک سے باآواز بلند جواب آیا تیرے گناہ معاف ہو گئے ہیں۔

اب قاضی صاحب خود ہی بتائیں کہ اگر حیات عنصری نہیں تو استسقاء کی درخواست اور مغفرت کی سفارش کا اور روضہ پاک کے اندر سے جواب آنے کا کیا مطلب ہے اور یہ سب کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں ہو رہا ہے۔ ہاں ایسا کرنا کوئی فرض و واجب نہیں ہے۔ ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ضرور روضہ اطہر پر درخواست پیش کرتے۔

دورنگی: قاضی صاحب نے اپنی اس تازہ تصنیف میں کافی سے زیادہ اوراق صرف اسی پر سیاہ کئے ہیں کہ روح کا تعلق جسد عنصری سے نہیں ہے (اگرچہ اس پر دلیل ایک بھی ذکر نہیں فرمائی) پھر جب لکھتے لکھتے تھک گئے تو جھٹ پلٹا کھایا اور فرمایا روح کا تعلق جسد سے ہے مگر جسد سے مراد فلاں کے نزدیک یہ ہے اور فلاں کے نزدیک یہ ہے۔ پھر سلف کے نصوص سے جب جسد عنصری سے روح کا تعلق ثابت ہوا تو فرمادیا کہ یہ تعلق محض تنعم اور تعذب کے لیے ہے حیات کی غرض سے نہیں ہے۔

اس بھلے آدمی کو کون سمجھائے۔ حضرت روح کا تعلق جسد عنصری سے تنعم اور تعذب کے لیے تسلیم ہے تو خود ہی انصاف فرمائیں یہ تنعم اور تعذب جس عنصری کی حیات کے بغیر کیونکر متصور ہو سکتا ہے۔ غرض یہ کہ قاضی صاحب نے اس مسئلہ کی تشریح و توضیح میں کئی رنگ بدلے ہیں۔ راقم الحروف صرف اتنا عرض کئے دیتا ہے۔ دورنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا۔

فریب: قاضی صاحب نے حضرت سلیمان علیہ السلام وامثالہ کے واقعات بھی درج فرمائے ہیں اور استدلال یوں بیان کرتے ہیں۔ اگر ان حضرات میں بعد از موت بھی حیات ہوتی تو لاٹھی کو دیمک لگ جانے کے بعد وہ نہ گرتے وغیرہ ذالک۔

حضور والا! آپ کے مخاطب سب کے سب بز انفش ہی نہیں ہیں کہ آپ کے ارشاد پر سر ہلاتے جائیں۔ خوب سمجھ لیں کہ سلف صالحین اور علمائے دیوبند کے مسلک کا خلاصہ صرف اتنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام عالم برزخ میں حیات عنصری رکھتے ہیں۔ اگر وصال کے بعد بھی عالم دنیا میں زندہ نظر آئیں تو برزخ کے کیا معنی؟

ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ارشاد کی روشنی میں دفن ہونے کے بعد قبر میں جسد مبارک کے ساتھ حیات اور صلوٰۃ وسلام سننے اور اس کا جواب دینے اور قبر کے اندر زندہ ہوتے ہوئے نمازیں پڑھنے کا ذکر کرنے پر آنکھیں بند کر کے ایمان لاتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ آپ ان ارشادات سے آنکھیں بند کر کے قبر میں داخل ہونے سے پہلے کی باتیں کر کے غلط بحث کرتے ہوئے مسلمانوں کے ذہنوں کو الجھا کر زبردستی اصلی دیوبندی بننے کی بے سود کوشش کرتے ہیں۔

تعاقب: قاضی صاحب نے اپنی تالیف میں جگہ جگہ مقام حیات کا تعاقب کیا ہے۔ اگر نظر انصاف سے مقام حیات اور مسالک العلماء کا مطالعہ کیا جائے تو دودھ اور چھاچھ کا فرق نظر آئے گا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مقام حیت میں حیات

عنصری سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر پر اتنے زبردست دلائل ہیں جن کا جواب قیامت تک نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی قاضی صاحب نے مقام حیات کی کسی ایک دلیل کو دلائل سے رد کیا ہے۔ میں تو صاحب مقام حیات کو مشورہ دوں گا کہ وہ قاضی صاحب کو شکریہ کا خط ارسال کریں۔ کیونکہ قاضی صاحب کی تصنیف کے منظر عام آنے پر مقام حیات کا مقام اور بلند ہو گیا ہے۔

ردعمل: یہ وجہ ہے کہ کافی شہرت اور انتظار کے بعد یہ کتاب جب قاضی صاحب کے شہر گوجرانوالہ میں پہنچی تو ایک کتب فروش دوکان دار نے فوراً سو پچاس نسخے منگوالیے اس نے سمجھا کہ کتاب دھڑا دھڑ فروخت ہوگی اور پھر کمالوں گا۔ خدا کی شان ہوا یہ کہ ابھی تک اس مایہ ناز تصنیف کے صرف اور صرف دو ہی نسخے فروخت ہو سکے ہیں وہ بھی ایک غیر مقلد اور نیم غیر مقلد حضرات میں سے کسی نے خریدے ہیں اور بس۔

تاثر: قاضی صاحب نے حیات عنصری کا عقیدہ بریلوی اور شیعہ کا عقیدہ بتایا ہے اور جگہ جگہ یہ تاثر پیدا کیا ہے کہ شیعہ اور بریلویوں کے عقیدہ سے دور رہنا چاہیے۔ قاضی صاحب سے یہ استفسار تو غالباً بے سود ہوگا کہ آپ کے نزدیک حضرت امام سیوطی، شیخ عبدالحق، مولانا نانوتوی اور حضرت مدنی (رحمہم اللہ) وامثالہم شیعہ ہیں یا بریلوی۔

مگر اتنا ضرور عرض کیے دیتا ہوں۔ شیعہ حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مانتے ہیں کیا ہم انکار کر دیں اور وہ خدا اور رسول کو بھی مانتے ہیں کیا ہم اس کا بھی انکار کر دیں؟ اسی طرح بریلوی حضرات ختم نبوت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو مانتے ہیں کیا ہم ان کا بھی انکار ہی کر دیں؟ حضور آپ اس قسم کے ہتھکنڈوں سے باز رہیں۔ یہ اوچھے ہتھیار ابلیسی سیاست میں ہی استعمال ہوتے ہیں۔ قاضی صاحب نے یہ طریق مولوی محمد اسماعیل صاحب اہل حدیث گوجرانوالہ سے غالباً سیکھا ہے کیونکہ اس نے بھی جگہ جگہ یہ عقیدہ بریلویوں ہی کا بتایا ہے۔ مگر قاضی صاحب ایک قدم آگے چلے اور فرمایا کہ شیعوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ ''یک نہ شد دو شد''

مشورہ: قاضی صاحب کے جملہ ہم نواؤں سے التماس ہے کہ موصوف کو مزید تالیف وتصنیف سے روکے رکھیں۔ قاضی صاحب ایک اچھے مدرس ہیں اور درسی کتب بھی پڑھانے کی قابلیت رکھتے ہیں مگر تالیف وتصنیف میں قدم رکھنا کار مردان ہے۔ موصوف نے اب تک جس مضمون پر بھی قلم اٹھایا ہے سوائے خجالت اور شرمندگی کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ امید ہے قاضی صاحب اب خود بھی سمجھ گئے ہوں گے اور آئندہ مزید رسوائی سے خود کو اور اپنی جماعت کو بچانے کی پوری پوری کوشش کریں گے۔ قوت نیکی نداری بد مکن

آغاز: قاضی صاحب کے چیلے کوئی کوثر صاحب بھی ہیں جنہوں نے اپنے ''جواہر پاروں'' سے کتاب کا مقام دوبالا کر دیا ہے۔ اس نے یہ اقرار کیا ہے کہ مسئلہ کا آغاز ایک ''بطل جلیل'' یعنی سید عنایت اللہ شاہ صاحب کی ایک تقریر سے ہوا ہے۔ جو کہ توحید کے موضوع پر تھی اور اصل مسئلہ کا ذکر ہی نہیں کیا جس سے پورے ملک میں فساد کی آگ بھڑک اٹھی۔

اخراج: اس میں کوئی شک نہیں کہ منکرین حیات کافی مقامات میں مساجد اور مدارس سے نکالے گئے ہیں جن کا ہمیں افسوس بھی ہے مگر ہمارے دوست کوثر صاحب کو مسجد سے نکالنے کی اصل وجہ کوئی اور ہے جس کو گوجرانوالہ کے احباب بخوبی جانتے ہیں اور جس کا ذکر کرنا ہم اخلاقاً مناسب نہیں سمجھتے۔ مگر افسوس ہے کہ کوثر صاحب نے اصل حقیقت پر پردہ ڈال کر اپنے اخراج کی وجہ ان کے الفاظ سے بیان کی ہے چنانچہ میرے ساتھ بھی یہی واقعہ (محض مسئلہ کی بنا پر اخراج) رونما ہوا جب کہ میں گوجرانوالہ میں امام تھا۔

کوثر صاحب (برعکس نہند نام زنگی کافور) تجھے صرف اتنا کہہ دینے پر بس کرتا ہوں۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

دعوت: حضرت قاضی صاحب اور ان کے جملہ ہم نواؤں کو خلوص اور نیک نیتی سے اتحاد اور یگانگت کی دعوت ہے۔ اس کا ذریعہ صرف اور صرف ایک ہے وہ یہ کہ ہم اپنے اکابر کی بیان کردی تحقیق عمیق کو تسلیم کرلیں جو کہ کتاب وسنت کے عین مطابق ہے اور رسالہ المہند میں درج ہے۔ ''وما علینا الا البلاغ''

مسلک اہل سنت والجماعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جب اخلاص کی کمی ہو جب دینی کاموں میں بھی جاہ ونمود ہو یا دوسروں کو نیچا دکھانا مقصود ہو تو یہ دینی کام دینی نہیں رہتے بلکہ دنیا بن جاتے ہیں۔ دنیا کے اکثر کام مباح ہوتے ہیں ان کے کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ مگر دین کا کام اگر اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہے تو وہ شرک کی ایک قسم بن جب جاتی ہے اور الٹا مضر ہوتی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ دکھاوے کی نماز پڑھنے والوں کے لیے ارشاد فرمایا ہے۔ ''فویل للمصلین۔ الذین ہم عن صلوٰتھم ساھون'' (الماعون: ۴، ۵) کہ دکھاوے کے نمازیوں کے لیے جہنم ہے۔ علماء اہل السنت والجماعت کا متفقہ اور خاص کر اکابر دیوبند کا دستخطی مطبوعہ فتویٰ رسالے کی شکل میں بھی موجود تھا۔ پچپن سال قبل رسالہ المہند میں حضرت تھانوی، حضرت مولانا کفایت اللہ، حضرت شیخ الہند، حضرت اعلیٰ رائے پوری (رحمہم اللہ) وغیرہم حضرات اکابر نے اپنے اور اپنے مشائخ کا عقیدہ قبر مبارک میں حضور ﷺ پر نور کی حیات کا شائع کر رکھا ہے۔ ملک میں اس کے خلاف کوئی آواز نہیں تھی۔ مگر اچانک چند سال قبل ملتان میں مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی نے اس کے خلاف تقریر کر کے ایک فتنہ کی بنیاد رکھ دی ہے۔ یہ جلسہ خیر المدارس کا تھا۔ اس کے مہتمم حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے مناسب الفاظ میں آپ کی تردید فرماتے ہوئے علماء دیوبند کے عقیدے کی وضاحت فرمائی جس کے بعد گجراتی صاحب اور مولانا

غلام اللہ خان صاحب راولپنڈی نے ملتان اور سارے پاکستان میں تین سال تک حیات النبی ﷺ کے خلاف اودھم مچائے رکھا۔ پکار پکار کر بحثوں کے لیے بلاتے رہے۔ جیسا کہ خود ان کے رسالہ تعلیم القرآن میں شائع ہو چکا ہے۔ علماء دیوبند محض دین کی خاطر اس انتشار انگیزی کے مقابلہ میں حوصلہ کرتے ہوئے نرمی سے کام لیتے رہے۔ لیکن برخود غلط غلام خانی طبقہ کے طرز عمل سے تمام علماء دیوبند کی طرف غلط مسائل منسوب ہونے کا خطرہ تھا۔ اس لیے انہوں نے بالآخر اس کے جواب میں اعلان کر دیا کہ غلام خانی طبقہ کا مسلک علماء دیوبند کا مسلک نہیں ہے اس سے زیادہ وضاحت اور کیا ہو سکتی تھی کہ ہمارے بڑے بڑے مرکزوں نے اعلان کر دیا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں اجسام عنصری کے ساتھ حیات ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں قریب سے درود وسلام سنتے اور اس کا جواب دیتے ہیں۔

اس سلسلہ میں جو کچھ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے سب برحق ہے۔ چنانچہ کراچی سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا احتشام الحق تھانوی، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، ٹنڈو اللہ یار کے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور کے، مفتیان کرام، لاہور، ملتان کے اجلہ علمائے نے اس کی تصدیق کی۔ علمائے دیوبند کے ان نمائندوں کے مقابلہ میں غلام خانی طبقہ مسلسل رٹ لگا رہا ہے کہ فلاں فلاں اکابر دیوبند ہمارے ساتھ ہیں۔

ان کو وقت کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے ضد اور ہٹ دھرمی کو ترک کر دینا چاہیے تھا۔ ورنہ کم از کم خاموش ہی ہو جاتے۔ مگر اس پارٹی کا ایک بگل شجاع آباد سے یہ بجا کہ دعا میں وسیلہ پکڑنا لعنتی کام ہے (بالمعنی) دوسرا بگل سرگودھا سے بجا کہ حیات النبی ﷺ کا عقیدہ شرک فی الحیات ہے غیر مقلدوں نے ان کو خوب اچھالا۔ اپنے جلسوں میں بلایا۔ غیر مقلد مولوی اسماعیل راولپنڈی والے نے مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب کی تقریر سے پہلے جہلم میں یہ کہا کہ حیات النبی ﷺ جیسے مسئلے شرک کا دروازہ کھولتے ہیں۔ اب مولانا قاضی شمس الدین صاحب گوجرانوالہ نے ایک کتاب حیات النبی ﷺ کے خلاف مسالک العلماء کے نام سے مقام حیات کی تردید میں لکھی ہے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے غیر مقلدوں نے قاضی صاحب کو داد دی ہے کہ وہ مسلک دیوبند سے کٹ کر اہل حدیث سے متفق ہو گئے ہیں۔ قاضی صاحب نے اس کتاب میں بہت سی باتیں لکھی ہیں صرف مقام حیات کے دلائل کا جواب نہیں دیا۔ زیادہ سے زیادہ اتنی بات کہہ دی ہے کہ اس کا مصنف طفل مکتب ہے علماء دیوبند جو حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں خود کیوں کتاب نہیں لکھتے۔ میں ادب سے درخواست کروں گا کہ المہند اور حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی آب حیات وغیرہ آپ کو کیوں نظر نہیں آتیں اور آپ حضرت سید امین الحق صاحب فاضل دیوبند خطیب جامع مسجد شیخوپورہ کی بہترین علمی کتاب تنبیہ الانبیاء سے کیوں آنکھیں بند کرتے ہیں جس نے منکرین حیات کی کمر توڑ دی ہے اور خاص کر گوجرانوالہ کے غیر مقلد مولوی اسماعیل کی گستاخانہ تحریروں اور قوت دلائل کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے اگرچہ یہ غلط بیانی

بھی حضرت قاضی صاحب کے شایان شان نہیں مگر ہمیں افسوس اس کا ہے کہ انہوں نے نفس مسئلہ کی تحقیق میں بعض اکابر دیوبند کے سلسلہ میں بھی سچ کہنے کو ضروری نہیں سمجھا مثلاً وہ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کو اپنے حق میں بتاتے ہوئے ان کی پیچیدہ عبارتوں سے غلط باور کراتے ہیں مگر تحیۃ الاسلام میں حضرت شاہ صاحب موصوف کے ان صریح الفاظ کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ "انما المراد بقوله الانبیاء احیاء فی قبورھم مجموع الاشخاص لا الارواح فقط" کہ سرور کائنات ﷺ کا جو ارشاد ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اس سے مراد مجموعہ اشخاص ہیں صرف روحیں مراد نہیں ہیں۔ کتنا صاف ارشاد ہے کہ قبروں کے اندر کی حیات ذکر ہو تو اس سے صرف روحوں کی حیات سمجھنا عقل ودانش کے تقاضوں سے صرف نظر کرنا ہے۔

اس سے بھی زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ حضرت قاضی صاحب نے مسالک العلماء میں زیادہ زور اس مسلک پر دیا ہے کہ استدلال کے لیے پہلے قرآن ہے بعد میں حدیث۔

قاضی صاحب اسی قسم کی باتیں جن سے حدیث کا مقام کمزور ہوتا ہو منکرین حدیث کے لیے راہ ہموار کرتی ہیں۔ اس امر پر تو ساری امت کا اتفاق ہے کہ قرآن کا مقام باقی ہر بات سے مقدم ہے مگر قرآن مطالب کی تشریح اور اس کے معانی کو متعین کرنے میں حضور ﷺ کے ارشادات سے بے نیاز ہو جانا الحاد ہی الحاد ہے۔ سب سے اہم ومقدم دلیل قرآن ہے۔ مگر قرآن کا وہ مطلب نہ لیا جائے گا جو غلام احمد قادیانی یا غلام احمد پرویز کریں بلکہ قرآن کا وہی مفہوم حق ہوگا جو حضور ﷺ کی حدیثوں اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال سے واضح ہوگا۔

اس سلسلہ میں اتنی بات اور بھی عرض کرنی ضروری ہے کہ کیا قرآن پاک کی آیتوں کا مفہوم پہلے بزرگوں اور المہند پر دستخط کرنے والے اکابر امت نے نہیں سمجھا۔ اگر آپ اسلاف سے مسلمانوں کے ذہن کو دور کریں گے تو پھر ہر طرح کے الحاد کا راستہ صاف ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب علامہ عباسیہ یونیورسٹی نے جناب قاضی صاحب کی مذکورہ کتاب پر جو تبصرہ کیا ہے۔ اس میں اسی مطلب کو زیادہ واضح کیا گیا ہے۔ میرا مشورہ بھی یہی ہے کہ قاضی صاحب موصوف اگر صرف تدریس وتعلیم ہی کی خدمت انجام دیں تو بہتر ہوگا۔

(مولانا) محمد اجمل خطیب جامع مسجد قلعہ گوجر سنگھ لاہور